بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو روزہ بین الاقوامی سیمینار

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حیات و خدمات کی روداد

ترتیب وتدوین: ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان ''ادب اسلامی'' سے دل چسپی رکھنے اور اس کی تخلیق و تحقیق میں حصہ لینے والے اسلامی ادیبوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔

اس ادبی تنظیم کی مجلس انتظامیہ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور ان کی خدمات پر، ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کرنے کا پروگرام بنایا ...... جس کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سید الطاف حسین اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے نائب صدر (موجودہ صدر) ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کا وعدہ فرمایا۔

سیمی نار میں بھارت سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی قیادت میں، (جو ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم اعلیٰ اور چوبیس کروڑ مسلمان کے عائلی حقوق کی نمائندگی کرنے والے ''مسلم پرسنل بورڈ کے چیئر مین اور عالمی رابطہ ادب اسلامی، جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کے صدر بھی ہیں)، بیس سے زیادہ اہل علم و دانش کی شرکت متوقع تھی، مگر ان حضرات کو بروقت ویزہ نہ ملنے کی بنا پر ان کی آمد ممکن نہ ہو سکی۔ تاہم سیمی نار میں جنوبی افریقہ اور ایران سے آنے والے وفود نے شرکت کی۔ جب کہ ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح اور مولانا سید محمد رابع حسنی نے اپنے پیغامات کے ذریعے اس میں شرکت فرمائی۔

پہلی نشست (ہفتہ 20 صفر ۱۴۲۵ھ /10-اپریل 2004ء)

یہ دن اسلام آباد کے لیے ایک تاریخی دن تھا۔ اس دن دو روزہ بین الاقوامی سیمینار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ''حیات و خدمات'' کا افتتاح ہونا تھا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی

☆ صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، و نائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

فضاؤں میں رنگ برنگے پرچم اور خیر مقدمی بینر رنگ اور خوشیاں بکھیر رہے تھے۔ نو بجے ہی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ''مین آڈیٹوریم'' میں اہل علم و دانش آنا شروع ہو گئے تھے۔ ساڑھے نو بجے پورا ہال بھر چکا تھا۔ ٹھیک نو بج کر ۴۰ منٹ پر اس نشست کے صدر گرامی لیفٹیننٹ جنرل (ر) خالد مقبول گورنر پنجاب تشریف لے آئے۔ جس کے پانچ منٹ کے بعد تقریبا ۹.۴۵ منٹ پر تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کی سعادت ڈاکٹر قاری محمد طاہر (سابق استاد شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد و مدیر اعلیٰ اخبار رابطہ) نے اور نعت بحضور سرور کونین پیش کرنے کا شرف ڈاکٹر جنید ندوی (استاد بین الاقوامی، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) نے حاصل کیا۔ اس نشست میں ڈاکٹر سید سلمان ندوی، حاجی شیخ نذیر احمد، مولانا سمیع الحق (مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحق اور مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) اور جناب ڈاکٹر سید الطاف حسین (وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن) یونیورسٹی مہمانان خصوصی تھے۔

اجلاس میں میزبانی کے فرائض ڈاکٹر محمد ضیاء الحق (صدر شعبہ اسلامک لاء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے انجام دیئے۔ انہوں نے اپنے تمہیدی کلمات میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اور خدمات کو زبردست الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لیے یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اس عظیم شخصیت پر عالمی سیمینار ہماری جامعہ میں انعقاد پذیر ہو رہا ہے۔ بعدازاں حافظ فضل الرحیم (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان) نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے اس سیمینار میں شرکت کرنے والے مندوبین، مہمانان گرامی، خصوصاً صدر مجلس جناب گورنر پنجاب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا۔

انہوں نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس منظر، اس کے اغراض و مقاصد اور ''ادب اسلامی'' کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کا قیام بیسویں صدی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک تھی۔ یہ اسلام پسند ادیبوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے، جو قومیت پسند اور ترقی پسند ادب کا جواب دینے کے لیے عمل میں لائی گئی تھی۔ یہ ایک علمی اور ادبی برادری ہے اور دنیا میں با مقصد اور اصلاحی ادب کا فروغ چاہتی ہے...... یہ تنظیم یوں تو صدیوں

سے کسی نام اور کسی اصطلاح کے بغیر کام کر رہی تھی، مگر اسے موجودہ شکل ۱۹۸۴ء میں دی گئی۔ پاکستان مین اس کی تاسیس ۱۹۹۴ء میں عمل میں آئی۔ انہوں نے اس سیمینار کے علمی اور فکری پس منظر کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ سید ابوالحسن ندوی کا ادبی علمی اور تحقیقی دور نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ ان کے ہاں اپنے عہد کا بہترین ادب دیکھنے اور پڑھنے کو ملتا ہے اس لیے ان کی علمی شخصیت اور کارناموں کا مطالعہ اعلیٰ اور وقیع ترین علمی اور فکری افکار کے مطالعے کے ساتھ ساتھ اظہار و بیان کی اعلیٰ ترین صورتوں کو بھی محیط ہوگا۔ مولانا کے خطبے کو بڑی دل چسپی سے سنا گیا۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے مرکزی صدر ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح (ریاض، سعودی عرب) نے اس سیمینار کے لیے اپنے پیغام میں اس سیمینار کے انعقاد پر اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے موزوں ترین قدم قرار دیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ اس سیمینار کے انعقاد سے مولانا کے علمی اور فکری کارناموں پر نئے سرے سے مطالعے اور تحقیق کا آغاز ہوگا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے، اس موقع کے لیے اپنا پیغام بھجوایا تھا۔ اپنے اس پیغام میں انہوں نے عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے ذمہ داران کو اس مذاکرہ علمی کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی۔ اور کہا کہ ماضی میں ادب کا اسلام سے تعلق صرف اسی قدر سمجھا جاتا رہا ہے کہ اسلام نے اس کے محتاط اور پرہیز گار حصہ کی اجازت دی ہے، نیز اس کے ہمدردی کے شعر و ادب کو عربی کے اسلامی مراجع، یعنی قرآن و حدیث کی عبارتوں کے مطالب کے تعین اور اس کی وضاحت میں مدد لینے کے لیے لائق مطالعہ و استفادہ قرار دیا ہے، لیکن یہ بات ایک عرصہ سے ذہنوں سے مخفی ہو رہی تھی کہ زندگی کے صالح اور قابل استفادہ حقائق کو دوسروں تک منتقل کرنے اور خیر خواہانہ و خیر پسندانہ ترجمانی کے کام میں ادب کیا عظیم خدمت انجام دے سکتا ہے اور دیتا رہا ہے، جس کی مثالیں خود کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ میں ہم کو اعلیٰ پیمانے کی ملتی ہیں اور اسلام کی شروع کی صدیوں میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ اس کے لیے انسانوں کے مابین ایسی ترجمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعہ دل کی بات دل تک بحسن و خوبی منتقل ہو جائے، اس کے لیے ادب ایک بہت اچھا

ذریعہ ہے۔

- انہوں نے کہا کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے مضامین میں اس کی طرف توجہ بھی دلائی اور بذات خود بھی یہ کام انجام دیا اور ان کے تعاون وفکرمندی سے رابطہ ادب اسلامی کا یہ عالمی ادارہ وجود میں آیا اور سرگرم عمل ہوا، اور الحمدللہ یہ آج برگ و بار لانے لگا ہے۔انہوں نے کہا کہ: میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق کی بنا پر اس اقلیم کے ذمہ داروں کو اپنا احساس تشکر پیش کرتا ہوں، اور اپنی مسرت اور قدردانی کا اظہار کرتا ہوں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر سید الطاف حسین نے اپنے خیر مقدمی اور تہنیتی کلمات میں اس سیمینار کے انعقاد پر عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داران کو مبارک باد پیش کی۔

مولانا سید سلیمان ندوی (مؤلف سیرۃ النبی) کے صاحب زادے اور ڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ) میں کلیہ علوم اسلامیہ کے سابق ڈین اور نامور سکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے علمی اور فکری پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ مولانا کے والد اور دادا بھی تصنیفی اور تالیفی دنیا میں نام رکھتے تھے، انہوں نے مزید کہا کہ سوانح نگاری کا جو سفر علامہ شبلی نعمانی سے شروع ہوا تھا وہ مولانا ندوی پر حد کمال کو پہنچ گیا ہے، مولانا ندوی بڑی صالح فطرت اور بڑی متوازن شخصیت کے حامل تھے۔

آخر میں صدر مجلس گورنر پنجاب نے اپنے صدارتی کلمات میں مولانا مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مولانا کی کتاب ''ماذا خسر العالم'' کا اردو ترجمہ ''مسلمانوں کے عروج و زوال کا انسانی دنیا پر اثر'' پڑھی ہے۔اس کتاب سے سوچ اور فکر کے لیے کئی گوشے کھلتے اور آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔انہوں نے کہا ہمارا یہ دور بڑا پر آشوب دور ہے۔ ہماری دنیا کو بہت سے چیلنج درپیش ہیں۔ ہمارے دور کا ایک چیلنج تو وہ ہے جو اسلام اور مغرب کی کشمکش کے حوالے سے درپیش ہے۔اس موقع پر ہمیں دنیا کو اسلام کے متعلق وہ حقائق بتانے کی ضرورت ہے جو اس وقت تک ان سے مخفی رہے۔انہوں نے کہا کہ اسلام ''سماجی انصاف پسند'' بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور عورتوں، یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کی تعلیم دینے والا مذہب ہے۔اسلام اقلیتوں کے

حقوق کی نہ صرف حمایت کرتا ہے، بلکہ ان کا محافظ اور نگہبان بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں اہل علم وادب کی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہیں اور ہمیں مولانا ندوی ہی کے انداز میں اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لیے محبت اور صلح کل کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔

((☆☆......................☆☆))

سیمینار دوسری نشست نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد تقریباً ۱.۱۵ پر شروع ہوئی۔ اس کی صدارت ڈاکٹر سید الطاف حسین (وائس چانسلر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے کی۔ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت ڈاکٹر قاری محمد طاہر نے حاصل۔ نقابت کے فرائض ڈاکٹر زاہد اشرف نے عمدگی کے ساتھ انجام دیئے۔ بعدازاں مقالات کا سیشن ہوا۔ مقالہ نگاروں نے سید ابوالحسن ندوی کی دل آویز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا، اوران کی شخصیت اوران کی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی......اس نشست میں حافظ زاہد علی ملک (استاد گورنمنٹ کالج شیخوپورہ و استاد جامعہ اشرفیہ لاہور) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عربی تصنیف ''ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین کا علمی اور فکری جائزہ پیش کیا۔

ڈاکٹر سعید الرحمٰن، (شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے......مولانا بحیثیت سوانح نگار شاہ عبد القادر رائپوری، مقالہ پڑھا۔ مولانا محمد یوسف خان (استاد حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور و اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نزدیک مستقبل کے علماء کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے۔ ان کے نزدیک امت مسلمہ کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو اپنے خیالی جزیروں میں پناہ لینے یا ساحل کے خاموش تماشائی بننے یا حالات کے دھارے میں بہنے والے خس و خاشاک کی طرح ہونے کے بجائے صدق و اخلاص، حصول کمال، امتیاز و خصائص جیسی خصوصیات سے آراستہ ہوکر حالات کو بدلنے کا عزم وحوصلہ لے کر امت مسلمہ کو پستی، افسردگی، کنارہ کشی اور پسپائی سے نکالنے کا ذریعہ بنیں۔ ڈاکٹر شفقت اللہ رانا (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی۔ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی۔ ملتان) نے ''عربی صرف ونحو کی تدریس کے لیے حضرت علی میاں کا تعلیمی وترمیمی خاکہ'' کے عنوان سے مقالہ

پیش کیا اور قرار دیا کہ مولانا کا مرتب کردہ تعلیمی خاکہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی صرف ونحو کے قدیم طرز تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ قواعد کی ابتدائی کتابیں مادری زبان میں پڑھائی جائیں، وہ صرف ونحو کے قواعد کو نظری کے بجائے، اطلاقی طریقے سے پڑھانے کی تاکید کرتے تھے۔ وہ صرف ونحو کے بھاری بھرکم نصاب کے بجائے مختصر مگر مؤثر نصاب لاگو کرنے کے خواہاں تھے۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر (صدر شعبہ مسند سیرت، جامعہ اسلامیہ بہاولپور) نے مولانا ابوالحسن علی ندوی بحیثیت مصلح و داعی اسلام کے موضوع پر حاضرین کو بصیرت عطا کی۔ انہوں نے کہا، کہ ایک اچھے داعی اور مصلح میں جو خصوصیات ہونی چاہییں وہ مولانا میں موجود تھیں۔ حافظ نجم الحق (ناظم اعلیٰ خیر المدارس، ملتان) نے مولانا علی میاں بحیثیت ماہر تعلیم ونصاب ساز مقالہ پڑھا...... انہوں نے بتایا کہ مولانا ایک بہت اچھے ماہر تعلیم بھی تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں ندوۃ العلماء کے نصاب میں جو تبدیلیاں کیں اس کے بہت مثبت اثرات مرتب ہوئے اور بڑے اعلیٰ پائے کے علماء وہاں سے نکلے۔ اور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (سابق ڈین کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ و مدیر اعلیٰ قافلہ ادب اسلامی و سابق صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی) نے **ماذا خسر العالم** پر ایک نظر کے عنوان سے مقالہ پڑھا، یہ تمام مقالات بڑے علمی اور فکری انداز میں مرتب کیے گئے تھے، حاضرین نے ان مقالات کو بڑی توجہ اور انہماک سے سنا۔

اس نشست کے مہمان خصوصی سینیٹر مولانا سمیع الحق نے اپنے خطاب میں ہندوستان سے آنے والے علمائے کرام کو ویزہ نہ دینے کے مسئلے پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سیمینار کے انعقاد پر منتظمین کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا علی میاں نے نصاب تعلیم کے حوالے سے جو تجاویز دی تھیں ان پر عمل ہونا چاہیے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنے ادارے کی طرف سے اس سلسلے میں ہر ممکن مدد اور تعاون کا یقین دلایا۔ حاضرین نے مولانا کی گفتگو کو بڑے سکون اور توجہ سے سنا۔

آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر سید الطاف حسین نے اپنے صدارتی کلمات میں اس نشست میں پڑھے جانے والے مقالات کے علمی اور فکری پہلو کو تسلی بخش قرار دیا، انہوں نے کہا کہ یہ سیمینار

ایک ایسے وقت میں منعقد ہوا ہے جب عالم اسلام کو ایسے افراد اور ایسے اشخاص کی ضرورت ہے جو علمی اور فکری قیادت کے خلا کو پورا کر سکیں، انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے علوم اسلامیہ کی تدریس واشاعت کے لیے اٹھائے گئے اقدامات کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔ جس کے تحت ...... فاصلاتی نظام کے ذریعے یونیورسٹی علوم اسلامیہ کی تدریس واشاعت کا اہتمام کر رہی ہے، آخر میں انہوں نے اس سیمینار میں شرکت کرنے والے اہل علم وفضل کا شکریہ ادا کیا۔ معروف سکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا (بعدازاں گورنر پنجاب جناب خالد مقبول صاحب کی طرف سے شرکاء کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا)

((☆☆........................☆☆))

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام انعقاد پذیر سیمینار کی تیسری نشست بعد از نماز مغرب شروع ہوئی۔ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت گوجرانوالہ سے آئے ہوئے حافظ محمد منیر نے حاصل کی...... صدارت معروف محقق اور دانشور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کی۔

ڈاکٹر زاہد اشرف نے...... مقالہ نگاروں اور ان کے مقالات کے تعارف کی رسم کو نبھایا۔ اس نشست میں سب سے پہلے مقالہ نگار گورنمنٹ کالج آف کامرس لاہور سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر سرفراز خالد تھے، جنہوں نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مسلم نوجوان کے عنوان پر مقالہ پڑھا، انہوں نے کہا کہ مولانا مسلم نوجوانوں سے بڑی توقعات رکھتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں اور وہ زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا جانتے ہوں۔ بعدازاں ڈاکٹر نورالدین جامی (صدر شعبہ اسلامیات بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ ''صحبتے با اہل دل کے تناظر میں'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کی کتاب صحبتے با اہل دل دراصل شاہ محمد یعقوب مجددی کے ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے مولانا نے دو حصوں میں مرتب کیا ہے۔ پہلا حصہ حضرت مجددی کے حالات پر اور دوسرا ان کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو اٹھائیس مجالس کے ملفوظات پر مبنی ہے...... انہوں نے کہا کہ مولانا علی میاں اس حقیقت سے شناسا ہیں کہ جب بھی امت محمدیہ پر مشکل وقت پڑا

اور مسلمان رو بہ تنزل ہوئے، ان اہل اللہ نے مسلمانوں کو تنویت سے نکال کر رجائیت کے راستے پر گامزن کیا۔ اسی لیے مولانا نے صوفیا کی سوانح ہائے حیات اور ان کے ملفوظات کو جمع کرنے پر خصوصی توجہ دی اور یہ ملفوظات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ محترمہ حفصہ نسرین (مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ) نے ''مولانا ندوی اور پاکستان'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے، انہوں نے کہا کہ مولانا کا رجحان اگرچہ تقسیم کی مخالفت کرنے والے علماء کی طرف زیادہ تھا، لیکن جب پاکستان بن گیا تو انہوں نے ہمیشہ اس کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تاکید کی۔ ڈاکٹر انور محمود خالد (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، فرع، فیصل آباد) نے ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خاکہ نگاری...... پرانے چراغ کے حوالے سے'' کے عنوان پر اظہار خیال کیا، انہوں نے کہا کہ پرانے چراغ کی دونوں جلدوں میں بیالیس شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ سب مضامین مصنف نے معاصر شخصیات کی وفات کے بعد لکھے ہیں، لہٰذا انہیں ان شخصیتوں کی سوانح حیات یا مکمل تذکرۂ و تاریخ یا ادبی خاکے سمجھنا غلط ہوگا۔ یہ درحقیقت نقوش و تاثرات کا ایک مجموعہ ہے جو اپنی یادوں، ذاتی تجربات و واقعات، خطوط اور ذاتی تحریروں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ ان شخصی خاکوں کے ذریعے مصنف نے انسانی زندگی، اسلامی سیرت و اخلاق اور ظاہری و باطنی کمالات کے کچھ عملی نمونے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا پرانے چراغ میں جن لوگوں کے خاکے پیش کیے ہیں، ان میں سب سے عمدہ اور سب سے پہلا خاکہ سید سلیمان ندوی کا ہے، ڈاکٹر محمد صدیق شبلی (سابق ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد) نے مولانا ابوالحسن علی کی اقبال شناسی پر اپنا مقالہ پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا ابوالحسن ندوی بنیادی طور پر ایک عالم تھے ان کی تصانیف کی ایک عالمانہ شان ہے ان میں حقائق کی بجا آوری ان کا تجزیہ و تحلیل اور نتائج کا استخراج ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کی کتاب روائع اقبال کو عرب دنیا میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی...... یہ کتاب ایک بلند پایہ عالم کے قلم سے نکلی تھی، جس نے اقبال کو پوری دیانت داری اور صحت کے ساتھ پیش کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب نقوش اقبال کے نام سے روائع اقبال کا ترجمہ شائع ہوا تو علمی حلقوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف، (نائب صدر عالمی رابطہ ادب

اسلامی، پاکستان) نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، بحیثیت نثر نگار کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے۔ انہوں نے کہا کہ اردو زبان کم عمر ہونے کے باوجود دنیا کی وہ زبان ہے جس میں ہر طرح کے موضوعات پر عمدہ مواد ملتا ہے۔ جہاں تک نثر نگاروں کا تعلق ہے تو اردو میں اس کی بھی کمی نہیں ہے، مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی کو اپنے خصوصی انداز بیان، اپنی علمیت، روحانی بالیدگی، معلومات کی فراوانی اور لفظوں اور جملوں کی عمدہ بندش کی بنا پر خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ وہ ایک صاحب اسلوب مؤلف تھے، جن کا اسلوب اردو زبان وادب میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ مولانا ندوی کو ان کے تمام معاصرین پر مضامین کی وسعت اور انداز بیان کی ندرت اور خاص طور پر اپنے متواضعانہ انداز بیان کی بنا پر تفوق حاصل ہے۔ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ داؤدی (استاد شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج سمندری، ضلع فیصل آباد) نے حدیث نبوی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے عنوان پر خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں قرار دیا کہ حدیث نبوی سے آپ کا علمی وفکری تعلق بڑا گہرا اور بہت مضبوط ہے، ٹھوس علمی وفکری بنیادوں پر استوار اس تعلق میں عمر بھر کبھی کوئی مداہنت یا مرعوبیت نظر نہیں آئی ...... مستشرقین کے نام نہاد علمی، فکری وتاریخی الزامات یا ان کے ہم نوا منکرین حدیث کے اعتراضات ان میں کسی طور تشکیک وریب پیدا نہ کر سکے۔ ڈاکٹر محمد جنید (سربراہ شعبہ لازمی مضامین، بین الاقوامی، اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) نے مولانا سید ابوالحسن ندوی کے حالات زندگی اور اردو تصانیف کا مختصر تعارف کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ انہوں نے مولانا کی تصانیف پر تفصیل سے گفتگو کی اور کہا کہ مولانا نے کم وبیش ۱۸۷ چھوٹی بڑی کتب تحریر فرمائی ہیں اور دنیا کے ۵۷ اسلامی ممالک میں شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں ان کے تحریری یا تقریری اثرات نہ پہنچے ہوں۔ ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی (کراچی یونیورسٹی، کراچی) نے مولانا ندوی اکابر ومعاصرین اور رفقاے خاص کی نظر میں، کے عنوان پر مقالہ پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی ایک ایسی شخصیت تھے کہ ان کی ان کے رفقاے خاص، معاصرین اور اکابرین نے تعریف وتوصیف فرمائی ہے اور ان کے کام کو سراہا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر قاری محمد طاہر نے حیات ندوی کی مخفی جہات پر اپنے خیالات پیش کیے۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا ندوی کی زندگی کے کئی پہلو ایسے ہیں جن پر عام لوگوں کی نگاہیں نہیں پہنچیں۔ ہمیں ان

کی زندگی کے ان گوشوں کو بھی سامنے لانا چاہیے۔ مثال کے طور پر مولانا ندوی نے پنجاب کے مشہور پہلوان، گاما پہلوان سے ملاقات کی۔ اسی طرح وہ اپنی جوانی کے دنوں میں ہاکی کھیلا کرتے تھے۔ اور وہ ''فل بیک'' کے طور پر بہت عمدہ دفاع کیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمومی رویہ زندگی کے متعلق بہت جدت پسندی کا تھا۔ ڈاکٹر محمد اکرم رانا (شعبہ، اسلامیات بہاؤالدین زکریا، یونیورسٹی، ملتان) نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے فکری رجحانات مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا: مولانا کی فکر کہتی ہے کہ محض خطابت یا دو چار تصنیفات سے یا کسی نادر تحقیق سے محض کسی نئے طرز میں کسی پرانے خیال کو یا نئے جام میں کسی شراب کہن کو پیش کرنے سے زمانہ میں کوئی نیا انقلاب یا کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ اس زمانے میں ضرورت ہے، کردار قلب کی، دردمندی اور اندرونی سوز کی، ایسی حرارت کی جو اندر ہی اندر جلا رہی ہو، اعصاب کو پگھلا رہی ہو، مولانا کی نظر میں آج کا تجدیدی کام یہ ہے کہ علماء وفضلا، اسلامی ممالک میں یا غیر اسلامی ممالک میں جہاں بھی ہوں اس کا ایسا جواب دینے کی کوشش کریں، جو لوگوں کو مطمئن کرسکے اور مغربی فلسفہ کا اثر کم کرسکے۔ جو اس وقت پورے عالم اسلام پر اپنا اثر ڈال چکا ہے۔

بعد ازاں صدر مجلس ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مختصر مگر جامع کلمات میں اس نشست میں پڑھے گئے۔ مقالات کی اہمیت اور افادیت کا اظہار کیا۔ جس کے بعد مولانا انوار الحق (نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے دعا کرائی اور پھر یہ نشست اختتام کو جا پہنچی۔ بعد ازاں اقبال قرشی (قرشی انڈسٹریز) کی طرف سے سیمینار کے شرکاء کو عشائیہ دیا گیا۔

((☆☆.......................☆☆))

(۲۱صفر۱۴۲۵ھ/۱۱-اپریل 2004ء) چوتھی نشست

چوتھی نشست کے لیے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے شرکاء صبح ناشتے کے فوراً بعد تقریباً ۹ بجے ادارہ تحقیقات اسلامی کے ہال واقع بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے لیے روانہ ہوگئے۔ ۹.۳۰ منٹ پر صدر مجلس جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن (ریکٹر بین الاقوامی، اسلامی یونیورسٹی) کی آمد پر جلسے کی کارروائی شروع ہوئی۔ میزبانی کے فرائض ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے انجام دیئے، آغاز تلاوت

قرآن کریم سے ہوا۔ یہ سعادت حافظ زاہد علی ملک نے حاصل کی۔

سٹیج سیکرٹری نے اس نشست اور اس کے موضوع کے متعلق حاضرین کو بتایا...... بعد ازاں ڈاکٹر سلیم طارق (صدر شعبہ عربی، اسلامی یونیورسٹی، بہاولپور) نے مولانا علی میاں اور ان کا معاصرین کے ساتھ فکری تقابل، کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے۔ انہوں نے قرار دیا کہ مولانا معاصرین میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام سرفہرست ہے۔ مولانا مودودی نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک سیاسی جماعت کو منظم کیا، جبکہ مولانا نے سیاسی جماعت بنانے کے مقابلے میں انفرادی سطح پر اصلاح اور تزکیے کا پروگرام دیا۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ (شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) نے ''عالم عربی کا کردار مولانا ابوالحسن علی ندوی کے افکار کی روشنی'' کے عنوان پر اپنے خیالات کا پیش کیے۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا ندوی، برعظیم پاک و ہند کے واحد شخص ہیں، جنہوں نے عرب دنیا کو مخاطب کیا اور انہیں قوم پرستی، شعوبیت اور دوسرے فتنوں سے آگاہ کیا، انہوں نے مزید کہا کہ مولانا ندوی کو عالم عربی سے بہت سے توقعات تھیں وہ انہیں دنیا کی مسند امانت و قیادت پر متمکن دیکھنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر ہمایوں عباس (گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور)، نے مولانا ابوالحسن علی ندوی ایک منفرد سیرت نگاری کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے، انہوں نے قرار دیا کہ مولانا نے سیرت نگاری میں ایک نیا انداز اپنایا ہے۔ ممتاز احمد خان (کھڈیاں خاص تحصیل و ضلع قصور) نے مولانا علی میاں بحیثیت سوانح نگار نے مقالہ پڑھا۔ انہوں نے سوانح نگاری کی تعریف کی اور بتایا کہ سوانح نگار کی حیثیت سے مولانا کا مقام بہت بلند ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اصول سیرت نگاری پر اپنے خیالات پیش کیے۔، ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد (صدر شعبہ عربی و اسلامیات...... اخوان سائنس کالج، برکی لاہور) عربی میں مقالہ پڑھا، انہوں نے کہا کہ مولانا پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علامہ اقبال کو عرب دنیا میں تعارف کرایا۔ حکیم محمود احمد ظفر (معروف مصنف، سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ردّ قادیانیت...... کے عنوان پر اپنے مقالے کا خلاصہ پیش کیا اور کہا کہ مولانا ندوی نے فتنۂ قادیانیت پر اپنی کتاب اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر مرتب کی۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبالؒ نے سید انور شاہ کشمیری کی تعلیمات سے

متاثر ہوکر فتنۂ قادیانیت کے خلاف مضامین لکھے اور مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے ۔فکری طور پر مولانا ابوالحسن علی ندوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس فتنے کے عرب ممالک باہر کے ملکوں کو بتایا ،مولانا کی کتاب نے عرب دنیا میں بڑی پذیرائی حاصل کی ۔ ڈاکٹر سفیر اختر (بین الاقوامی ،اسلامی یونیورسٹی ،اسلام آباد) نے مولانا ''مکتوبات مفکر اسلام'' کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے اور ان کے مکتوبات کی علمی اور فکری اہمیت وعظمت پر روشنی ڈالی ۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم (صدر شعبہ اسلامیات بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ،ملتان) کے مقالے کا عنوان تھا: ''القراءۃ الراشدہ'' کا علمی وتدریسی مقام وتحقیقی مطالعہ......انہوں نے کہا کہ یہ کتاب ایسے عنوان اور موزوں مواد پر مشتمل ہے ۔جس کے مطالعے سے طالب علم میں عربی زبان کو پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت پیدا ہوتی ہے ۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے اصول سیرت نگاری کے عنوان پر اپنے خیالات پیش کیے ......مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مقالہ مولانا بحیثیت معمار ملت ،اس نشست کا کلیدی مقالہ تھا ، جسے ڈاکٹر زاہد اشرف (سیکرٹری عالمی رابطہ اسلامی) نے پڑھا ،اس نشست کے مہمان خصوصی ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا کی بطور سوانح نگار اور بطور سیرت نگار خدمات کو سراہتے ہوئے بتایا کہ مولانا کی کتابیں پورے عالم اسلام میں بڑے شوق سے پڑھی جارہی ہیں اور عالم اسلام کی تمام فکری تحریکوں کے لیے بنیاد فراہم کر رہی ہیں ۔انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی روایتی طرز کے عالم نہیں تھے ،انہوں نے عام علماء کے برعکس ایسے موضوعات پر بھی لکھا ہے جسے عام طور پر علماء کے یہاں پسند نہیں کیا جاتا ۔

اس موقع پر پروفیسر خالد علوی (ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی) نے اظہار خیال کیا......سب سے آخر میں جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن نے اپنے صدارتی کلمات میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ۔اور پھر جلسہ برخاست ہوگیا ۔آخر میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے شرکاء کو چائے پیش کی گئی......

((☆☆......................☆☆))

اختتامی نشست

مورخہ ۱۱- اپریل 2004ء کو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی آخری نشست ''ادارہ تحقیقات اسلامیہ''، فیصل مسجد بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے مرکزی ہال میں ہوئی۔ اجلاس میں ملک بھر کی جامعات اور بیرون ملک سے آئے ہوئے مندوبین نے شرکت کی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت اوران کے کارناموں پر روشنی ڈالی، جناب محمد اعجاز الحق (وفاقی وزیر برائے امور مذہبی و اقلیتی امور) نے صدارت کی۔ آغاز مولانا حافظ فضل الرحیم کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا، جبکہ نعت پیش کرنے کی سعادت پروفیسر حسین لنگڑیال (لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بورے والا) نے حاصل کی۔

ڈاکٹر سلیم طارق (صدر شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) نے اپنے تاثرات میں اس سیمینار کو ہر پہلو سے کامیاب قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سیمینار میں پہلی مرتبہ دینی مدارس کے اساتذہ اور کالجوں اور جامعات کے اہل علم وفضل کو یکجا کیا گیا ہے۔ جس کی اس وقت بہت ضرورت ہے۔ زاہدان (ایران) سے آئے ہوئے مندوب مفتی محمد قاسم نے اپنے مقالے میں مولانا ندوی کے انقلاب انگیز فکر پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایران میں مولانا کی کتاب ''ماذا خسر العالم'' کا فارسی ترجمہ ''انقلاب ایران'' سے پہلے ہوگیا تھا اور چند ہی برسوں میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوگئے تھے اور پھر حکومت نے اس پر پابندی لگا دی۔ قائد انقلاب امام خمینی بھی اس سے متاثر تھے۔ انہوں نے مزید کہا، کہ موجودہ کٹھن اور پرآشوب دور میں مولانا ندوی کی تعلیمات پر عمل کی اشد ضرورت ہے، انہوں نے تجویز کیا کہ مغربی نظام تعلیم کے مقابلے میں اسلامی اصولوں پر مبنی نظام تعلیم اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔ جس میں مغرب سے بھی مفید باتیں لے لی جائیں اور نظام کے ذریعے ایک ایسی نسل تیار کی جائے، جو مادی اغراض سے بالاتر ہو، محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کام کرے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے مولانا کی کتاب ''نبی الرحمۃ'' کا ترجمہ ''نبی رحمت'' کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح التفسیرات السیاسیہ الاسلام کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ ایک بین الاقوامی ادارہ قائم کیا جائے، جس کے تحت مولانا ندوی کی کتابوں کا موجودہ

زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے معروف شاعر ڈاکٹر ریاض مجید نے رابطہ ادب اسلامی اور اس کے پروگراموں میں ادیبوں اور دانش وروں کی شمولیت پر زور دیا۔

تجاویز وسفارشات کے سلسلے میں ابتدائی نشست میں تین ورکنگ گروپ تشکیل دیئے گئے تھے، ان گروپوں کے کنویزوں نے اپنی اپنی رپورٹیں اسی نشست میں پیش کیں.

جامعہ کراچی سے آئے ہوئے مندوب ڈاکٹر محمد خلیل الرحمٰن نے اپنی سفارشات میں جامعات میں مولانا ندوی کی مسند قائم کرنے ،حکومت کی طرف سے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے لیے سالانہ گرانٹ مہیا کرنے ، رابطہ کی اپنی لائبریری مع ضروری لوازم کے قیام ،ملکی اور بین الاقوامی سطح پر علمی مذاکروں اور سالانہ تقریب کے اہتمام اور مقالات کی اشاعت کی تجاویز پیش کیں۔اس گروپ میں ڈاکٹر عبدالرؤف ،مولانا محمد اکرم کاشمیری اور ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی بھی شامل تھے.

جامعہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ، شعبہ اسلامیات کے استاد ڈاکٹر نورالدین جامی نے علاقائی ادب میں اسلامی ادب کی دریافت پر خصوصی توجہ مبذول کرنے کی سفارش کی۔انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ علاقائی ادب میں دینی ادب کے مطالعے کے لیے خصوصی اہتمام کیا جائے۔اس سلسلے میں انہوں نے علاقائی زبانوں میں قرآن حکیم اور صحاح ستہ کے تراجم ،سیرۃ النبی پر کتب ،صوفیانہ شاعری کے دوسری زبانوں میں تراجم وغیرہ کی تجاویز پیش کیا،اس گروپ میں ڈاکٹر محمد اکرم رانا اور ڈاکٹر شفقت اللہ بھی شامل تھے۔

جب کہ ڈاکٹر انور محمود خالد (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی فرع ،فیصل آباد) نے اپنی سفارشات میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ہندوستان اور پاکستان کے مابین اہل علم و دانش کے ویزوں کو آسان بنایا جائے اور غیر ضروری رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔نیز دونوں ممالک کے مابین کتب و رسائل کی ترسیل کو آسان بنایا اور ڈاک خرچ کر کم کیا جائے۔اس گروپ میں ان کے ہمراہ ڈاکٹر ریاض مجید،مولانا زاہد علی (فیصل آباد)اور مولانا محمد یوسف خان بھی شامل تھے.

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے کلیدی خطاب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زندگی کے مختلف

پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا اردو زبان کے تو صاحب طرز ادیب تھے ہی، وہ عربی کے بھی بہت اعلیٰ پائے کے ادیب تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا ندوی کی عربی تحریر ڈاکٹر طٰہ حسین، احمد امین اور سید قطب شہید کے پائے اور انہی کے معیار کی ہے، بلکہ بعض پہلوؤں سے ان سے بھی بڑھ کر ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا پاکستان کو اسلام کا قلعہ سمجھتے تھے۔ اسی لیے جب انہیں مدینہ منورہ کے اپنے قیام کے دوران تین دن مسلسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ کی طرف سے انہیں کہا گیا کہ ''مدینہ منورہ'' کی حفاظت کا اہتمام کریں تو ان کی نظر فوراً جنرل ضیاء الحق پر گئی اور معروف قانون دان اے کے بروہی کے توسط سے جنرل صاحب سے ملاقات کی اور انہیں سرکار مدینہ کا پیغام سنایا۔ جس کے جواب میں جنرل صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب تک پاکستان کی فوج کا ایک سپاہی بھی زندہ ہے، اس وقت تک مدینہ منورہ کی طرف کوئی غیر مسلم آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

تقریب کے آخر میں جناب محمد اعجاز الحق نے مولانا ندوی کی شخصیت اور خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا کی شخصیت کو اہل علم و ادب کے لیے ایک نمونہ قرار دیا اور کہا کہ اس دور کے علماء کو ان کی تقلید کرنی چاہیے، انہوں نے کہا کہ مولانا کی ذات میں شدت پسندی نہیں تھی۔ انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داران کو نئی نسل کو بھی ...... اپنی توجہات کا مرکز بنانے کی ہدایت کی انہوں نے کہا کہ صدر پرویز مشرف اور ان کی حکومت دینی مدارس کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی نصاب تعلیم میں کوئی تبدیلی لائی جا رہی ہے۔ انہوں نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ افواہوں پر کان نہ دھریں۔ انہوں نے آخر میں اس تقریب کے انعقاد پر منتظمین کو خراج تحسین پیش کیا۔ تقریب کے آخر میں حافظ فضل الرحیم نے رابطہ کی طرف سے اور ڈاکٹر حسن الشافعی نے بین الاقوامی یونیورسٹی کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اس تقریب کے میزبان ڈاکٹر زاہد اشرف تھے. بعد ازاں اسلامیہ یونیورسٹی کی طرف سے شرکائے سیمینار کو ظہرانہ دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی سیمینار اختتام پذیر ہوگیا۔

OOOO

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اہداف

۱۔ انسان، انسانی زندگی اور کائنات کے حوالے سے اسلامی تصورات پر مبنی مختلف فنی تعبیرات کے ذریعے تشکیل پانے والے ادب اسلامی کا فروغ و استحکام اور اس کے قدیم و جدید خدوخال کو اجاگر کرنا۔

۲۔ بین الاقوامی سطح پر مسلم اہل علم اور ادباء کے درمیان مستحکم روابط کا فروغ، اس امر سے قطع نظر کہ ان کا تعلق کس قوم سے ہے، یا وہ کس زبان میں لکھتے ہیں۔ پھر ان کے باہمی تعاون سے ایسی ٹھوس قوت کی تشکیل جو الفاظ کے ہتھیار کو اسلام کے ساتھ مکمل وابستگی اور تخلیقیت (Originality) کے ساتھ استعمال کر سکے۔

۳۔ بیرونی معیارات سے اجتناب برتتے ہوئے معروضیت اور انصاف پسندی پر مبنی نقد ادب کے اسلامی اصولوں کی تدوین۔

۴۔ افسانہ، ڈرامہ اور ناول نگاری، سوانح، خودنوشت سوانح اور سمعی و بصری ڈراموں کی تخلیق کے لیے تفصیلی اسلامی منہج کی تیاری اور ان جدید اصناف ادب میں اسلامی جہت کا تعین۔

۵۔ تاریخ ادب عربی بالخصوص شعری ادب کی اسلامی نقطہ نظر سے از سر نو تدوین اور مؤرخین کی جانب سے اس کے روشن زاویوں سے پہلوتہی کا ازالہ۔

۶۔ اسلامی ادباء کے تخلیقی ادبی شہ پاروں کو یکجا کر کے اسلامی ممالک کی مختلف زبانوں میں ان کے تراجم کا اہتمام۔

۷۔ بچوں اور نوجوانوں کے ادب کی تیاری پر بھرپور توجہ دے کر ہدایت و بصیرت کی روشنی میں اس کے لئے اسلامی منہج کی تشکیل۔

۸۔ منحرف اور غیر تعمیری ادبی تحریکات کا مقابلہ اور معاشرے پر مرتب ہونے والے ان کے نقصانات کی نشاندہی۔

۹۔ اسلامی دعوت کی معاونت میں ادب اسلامی کے کردار کا تعین، اس کی انجام دہی اور ٹھوس تحریروں سے مسلمانوں کا دفاع۔

۱۰۔ اسلامی ادباء کے مادی و معنوی حقوق کا دفاع اور ان کی تخلیقات کی اشاعت کے لیے وسائل کی فراہمی۔

☆..........................☆